

شبیر احمد منصوری

## تزکیہ نفس کا نبوی منہاج

تزکیہ نفس ایک ناگزیر انسانی ضرورت ہے۔ اس لئے تزکیہ کا مطالبہ انسانی معاشرے کے ہر فرد سے کیا گیا ہے۔ تزکیہ کا سرچشمہ اور مصدر اللہ کی کتاب ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اور مقام مزکی اور مربی کا ہے۔ آپ کی تمام جدوجہد کی غرض و غایت اور مقصود و منتہا انسانی نفوس کا تزکیہ تھا۔ چونکہ عمل تزکیہ کیلئے رسول اکرم کی شخصیت مرجع اور عملی نمونہ قرار دی گئی ہے لہذا تزکیہ طلب ہر انسان کیلئے لازم ہے کہ وہ آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرے اور تعلیمات اسلامیہ کو مشعل راہ بنائے۔ رسول اکرم کی بعثت سے متعلق آیات قرآنیہ کا مطالعہ کرنے سے اس عظیم مقصد کی وضاحت ہوتی ہے جس کی خاطر آپ پوری زندگی کے شب و روز اور مہ و سل سرگرم اور مصروف عمل رہے۔ ارشاد الہی ہے:

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم ینلوا علیہم آیاتہ و ینزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین (۱)

”وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سنا دے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔“

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا حقیقی مقصود نفوس انسانیہ کا تزکیہ ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رسول کی بعثت کی جو دعا فرمائی، قرآن کریم اس کا مقصد انسانی نفوس کا تزکیہ بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کا تذکرہ یوں کیا ہے:

ربنا وابعث فیہم رسولا منهم ینلوا علیہم ایاتک و یعلمہم الکتاب والحکمۃ و ینزکیہم انک انت العزیز الحکیم (۲)

”اے ہمارے رب تو ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی چنانچہ آپؑ کی بعثت اور اس کے مقاصد کو یوں بیان فرمایا:

كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلو عليكم ايتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون (۳)

”چنانچہ ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔“  
رسول اکرمؐ کی بعثت کی اصل غرض و غایت تزکیہ ہے۔ کتاب و حکمت کی تعلیم وہ ذریعہ اور وسیلہ ہے جس سے تزکیہ کا عمل ہوتا ہے۔

تزکیہ کی غرض و غایت اور تفصیلات بیان کرنے سے پہلے تزکیہ کا مفہوم جاننا بھی مفید ہوگا۔

### تزکیہ کا مفہوم

ابن منظور کے نزدیک زکا، يزكو، زكاء سے مراد ”النماء والربيع“ - صفوة الشیء (صاف ستھرا بنانا اور نشوونما دینا) ہے۔

تزکیہ سے مراد تطہیر نفس ہے۔ تزکیہم سے مراد تطہرہم۔ ”زکوۃ“ کا مطلب طہرۃ للاموال ہے۔ ”الزکوۃ ما اخرجته من مالک لتطہرہ بہ“۔ (۴)  
مفسر قرآن امام فخر الدین رازیؒ نے تزکیہ سے مراد تطہیر کے لئے ہیں۔ ”قدا فلاح من تزکی کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”نظہر من دنس الشرک“ (۵)  
احمد مصطفیٰ الراغیؒ ”ويزکیہم“ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ای و یطہر نفوسہم من الشرک و ضرور المعاصی الی تدریسہا و تفسد الاخلاق و تقوض نظم المجتمع و یعودھا الاعمال الحسنۃ الی تطہیر فیہا ملکات الخیر الی ترضی المولیٰ جل و علا۔“ (۶)

یعنی وہ ان کے نفوس کو شرک اور اخلاق کو بگاڑنے والے اور منظم معاشرے کو منہدم کر دینے والے گناہوں سے پاک کرتا ہے ان کو ایسے اعمال حسنہ کا خوگر بناتا ہے جن سے اللہ کو راضی کرنے والی خیر کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔

سورۃ البقرۃ کی ایک اور آیت کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا ”ويزکیہم“ سے مراد ”ای یطہر نفوسکم من ادران الرذائل الی کانت فاشیۃ فی العرب من وأ البنات وقتل الاولاد وتخلصا

من النفقة“ و سفک الدماء لا وھن الاسباب ویغرس فیہا فاضل الاخلاق و حمید الاداب۔“  
(۷)

”یعنی وہ تمہارے نفوس کو ان عربوں میں رائج گناہوں، مثلاً بچیوں کو زندہ درگور کرنا، نان و نفقہ کے خوف سے اولاد کو قتل کرنا اور گھٹیا مقاصد کیلئے قتل و غارت گری کرنے جیسی خباثتوں اور نجاستوں سے پاک کرتا ہے اور ان میں پاکیزہ اخلاق اور بہترین آداب انسانیت کے بیج بوتا ہے۔“

سید مودودیؒ نے تزکیہ کے جامع معنی مراد لیے ہیں۔ ان کے نزدیک تمام افکار و اعمال کی درستگی اور اصلاح کا نام تزکیہ ہے۔ ”تزکیہ اور سنوارنے کا عمل انسانی خیالات، عادات، معاشرت، تمدن، سیاست غرض ہر چیز پر محیط ہے۔“ (۸)

امین احسن اصلاحی تزکیہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تزکیہ کے لغوی معنی کسی چیز کو صاف ستھرا بنانا اور پروان چڑھانا ہے۔ جبکہ اصطلاحی مفہوم نفس کو غلط رجحانات اور میلانات سے موڑ کر نیکی اور خدا ترسی کے راستے پر ڈال دینا اور اس کو درجہ کمال پر پہنچنے کے لائق بنانا ہے“ (۹)

مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ ”نفس کا تزکیہ یہ ہوگا کہ اس کے اندر جو غلط افکار و نظریات جڑ پکڑ گئے ہیں، ان کی جڑیں اکھاڑی جائیں، جاہلی اخلاق و عادات نے اس کے اندر جو کیمیاں اور ناہمواریاں پیدا کر رکھی ہیں ان کو درست اور ہموار کیا جائے، تقلیدوں اور رسموں کی پرستش نے اس کو بے حسی اور جمود کے جو روگ لگا رکھے ہیں انہیں دور کیا جائے، فانی اور نفسانی لذات کی چاٹ نے اس پر جو پست ہمتی اور بزدلی طاری کر رکھی ہے، اس کا علاج کیا جائے تاکہ اس کی آنکھیں کھل سکیں، اس کا دماغ سوچ سکے، اس کی ہمت ابھر سکے، اس کی عادات سنور سکیں اور وہ اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق اپنی ذہنی، اخلاقی اور روحانی ترقی کے اس بلند مرتبہ تک پہنچ سکے جس مرتبہ تک پہنچنے کی اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر قابلیت رکھی ہے۔“ (۱۰)

علامہ شبلیؒ کے نزدیک تزکیہ کے لغوی معنی ”پاک صاف کرنا، نکھارنا اور میل پچیل دور کرنا ہیں۔“ قرآن پاک نے اس لفظ کو اس معنی میں استعمال کیا ہے کہ نفس انسانی کو ہر قسم کی نجاستوں اور آلودگیوں سے نکھار کر صاف ستھرا کیا جائے۔“ (۱۱)

### تزکیہ نفس کی ضرورت و اہمیت

جو شخص بھی دنیا و آخرت کی فلاح چاہتا ہے، اس کے لئے تزکیہ نفس ضروری ہے۔ تزکیہ نفس کے بغیر دنیا کی اچھی زندگی اور آخرت کی کامرانی کا حصول ممکن نہیں ہے۔  
تزکیہ کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں۔

”پھر یہ حقیقت بھی قرآن مجید سے ثابت ہے کہ تزکیہ ہر شخص کی فلاح اور نجات آخرت کے لئے ایک ضروری شرط ہے۔ تزکیہ تمام دین و شریعت کی غایت اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا اصلی مقصود ہے۔ انبیاء کرام کی سرگرمیاں ظاہر میں خواہ کتنے ہی مختلف پہلو رکھتی ہوں لیکن باطن میں ان کا ہدف انسان اور انسانی معاشرے کے تزکیہ کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔“ (۱۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا گیا تاکہ وہ تزکیہ اختیار کرے اور تباہی سے بچ جائے۔ قرآن کریم اس کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

اذھب الی فرعون انه طغی۔ فقل هل لک الی ان تزکی۔ (۱۳)

”فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو کہ ہے تیرے اندر کچھ رغبت کہ تو تزکیہ حاصل کرے۔“

تزکیہ کے لئے لوگوں کو اللہ کے نبی کی طرف رجوع کرنا ہے اور نبی کا کام یہ ہے کہ وہ طالب تزکیہ کو مایوس نہ کرے۔ ایک تزکیہ طلب نابینا کی طرف رسول اکرمؐ کی عدم توجہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اتری۔ فرمایا:

عبس و تولیٰ۔ ان جاءہ الاعمیٰ۔ وما یدریک لعلہ ینزکی۔ (۱۴)

اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا کہ اس کے پاس نابینا آیا اور تمہیں کیا خبر کہ شاید وہ تزکیہ حاصل کرنے آیا ہو۔“

اخروی زندگی میں انسان کی فلاح اور نجات کا انحصار سراسر اس بات پر ہے کہ اس نے تزکیہ نفس کیا کہ نہیں۔ دراصل وہاں کامیاب وہی قرار پائے گا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ ارشاد الہی ہے:

قد افلح من تزکی۔ (۱۵)

”اس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ کیا۔“

جو انسان تزکیہ نفس کے پاکیزہ عمل سے گزرتا ہے وہ اپنے صفائے باطن سے نہ صرف اپنی ذاتی زندگی کو مسرور و مطمئن اور آخرت کو خوشگوار بناتا ہے۔ بلکہ اپنے گھر، ماحول اور معاشرے پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمان اپنی للیت و اخلاص، شاندار سیرت و کردار، بے غرضی و ایثار ہی کی بناء پر عالم انسانیت کے فاتح بن گئے اور ان کے افکار و اعمال عالم ارضی پر بسنے والے اکثر انسانوں کیلئے نمونہ عمل اور تہذیب و ثقافت کا معیار قرار پائے۔

احمد مصطفیٰ الراغبی لکھتے ہیں۔

”ولهذه الزکاة الّتی زکوا بها انفسهم فتحو الممالک الکبریٰ“ وکانوا ائمة الامم النبی

كانت تحتقر هذا الجنس، وعرفوا لهم فضلهم بعد لهم و سياستهم للامم سياسة حكيمة  
انستهم سياسة الامم التي قبلهم وجعلت لذلك الدين اثرا عميقا في نفوسهم فدانوا بالحكمة  
خاضعين واهتدوا بهديه راشدين۔ (۱۶)

”اور اس پاکیزگی کے ذریعے، جس سے انہوں نے اپنے آپ کو آراستہ کیا، ان لوگوں نے بڑے بڑے  
ممالک فتح کر ڈالے اور ایسی قوموں کے امام بن گئے جو ان کو حقیر جانتی تھیں۔ ان (مفتوح) قوموں نے ان  
کے عدل سے ان کے شرف کو جانا اور پہلی قوموں میں مروجہ سیاست کے مقابلے پر ان کی حکیمانہ سیاست  
کاری سے ان کے تدر کو پہچانا۔ ان کے دلوں میں دین اسلام کیلئے اس حکیمانہ سیاست کاری نے گہرا اثر ڈالا  
چنانچہ ان لوگوں نے اس نظام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور ان کے طریق ہدایت کو پاکر مسرور و مطمئن  
ہو گئے۔“

### انسان میں خیر و شر کے میلانات

انسانی وجود پر غور فرمائیے۔ اس کی تخلیق عجیب اور اس کی ترکیب حیرت انگیز ہے۔ ایک طرف اس کا  
تعلق ”عالم لاهوت“ سے ہے۔ دوسری جانب وہ عالم ناسوت سے متعلق ہے۔ کیا عظیم الشان کہ ”  
ونفخت فیہ من روحي“ (۱۷) ”علم آدم الاسماء کلہا“ (۱۸) پھر خود ہی اسے علم اور شعور کی  
دولت سے نوازا، آزادی ارادہ اور اختیار مرحمت فرمایا۔ مٹی اس کی اصل ہے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کا حسین امتزاج  
ہونے کی بنا پر وہ اس کائنات کا شاہکار ہے۔ خیر و شر دونوں کا میلان رکھتا ہے۔ اللہ کی طرف سے دیئے گئے  
اختیار کی وجہ سے اسے حیات مستعار میں ایک کڑی آزمائش درپیش ہے۔ ارشاد الہی ہے:

”و نفس وما سواھا۔ فالھما فجورھا و تقواھا۔ قد افلح من زکھا۔ وقد خاب من

دسھا۔ (۱۹)

”نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا۔ پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری  
اس پر الہام کر دی۔ یقیناً“ فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے وبادیا۔“  
خیر و شر کا رجحان اور فجور و تقویٰ کی صلاحیت دونوں انسان کے اندر موجود ہیں۔ ”نفس امارہ اس کو  
برائی کا حکم دیتا ہے تو نفس لوامہ“ (ضمیر) روکتا اور ٹوکتا ہے۔ قرآن حکیم ان دونوں قوتوں کی نشاندہی کرتا  
ہے۔ نفس امارہ اور نفس لوامہ کی کشمکش کا تو ہر انسان اپنے باطن میں خود مشاہدہ کرتا ہے۔ نفس امارہ کے  
اکساوے اور انسان کے داخلی و خارجی واعیات اس قدر قوی اور زور آور ہیں کہ اللہ کے نبی حضرت یوسف  
علیہ السلام اس کا اعلان و اعتراف کرتے ہوئے پکار اٹھتے ہیں:



ہو اور مد مقابل قوت کمزور۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں انسانی فطرت اور اس کے اخلاق و اعمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یاد رکھو نفس انسانی کی جبلت یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا رہے۔ اس کی یہ عادت اس وقت تک اس سے نہیں چھوٹی جب تک نور ایمان اس پر اس طرح مسلط نہ ہو کہ اس کو مقہور و مغلوب کر دے۔“ (۲۴)

### تزکیہ نفس۔ اللہ کا فضل و کرم :

نیکی اور بدی کی اس داخلی کشش اور خیر و شر کی اس خارجی معرکہ آرائی میں ”نفس لوامہ“ نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لیکن ”نفس مطمئنہ“ کی کیفیت کے حصول کیلئے انسان ایک مضبوط سہارے اور رہنمائی کا ہمیشہ محتاج رہتا ہے۔ یہ مضبوط سہارا صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔ ارشاد الہی ہے:

ولولا فضل اللہ علیکم ورحمته مازکا منکم من احد ابدا ولكن اللہ یزکی من یشاء (۲۵)  
 ”اگر اللہ کا فضل اور رحم و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی شخص پاک نہ ہو سکتا۔ مگر اللہ ہی جسے چاہے پاک کر دیتا ہے۔“

### تزکیہ نفس۔۔۔۔۔ رسول اللہؐ کی زندگی ایک مثالی نمونہ

اللہ کا من و کرم ہے کہ اس نے انسان میں برائی اور شر کے مقابلے اور سد باب کیلئے صلاحیت اور استعداد پیدا فرمائی۔ مزید کرم یہ فرمایا کہ اس کی رہنمائی کیلئے انسانی برادری ہی میں سے ایک مثالی نمونہ بھیج دیا۔ انسانی کردار کو جلا بخشنے اور تزکیہ نفس کیلئے یہی موزوں اور مناسب بات تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ حکمت بالغہ کا تقاضا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام مومنوں کے ساتھ ایسی زندگی بسر کریں جس کو ملکیت اور ہیبت کا امتزاج کہنا چاہیے کیونکہ آپ دوسرے لوگوں کیلئے نمونہ عمل ہیں۔ اس لیے جو کچھ بھی آپ سے صادر ہو وہ ذوق اور وجدان کی بنا پر ہو صرف قیاس اور تخمین پر مبنی نہ ہو۔“ (۲۶)

حفظ الرحمن سیو ہاروی تزکیہ نفس کے باب میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس کی خدمت انبیاء علیہم السلام کے سپرد فرمائی ہے اور ان کی بعثت کا مقصد یہی تزکیہ نفوس ہے اور وہی اس کے دالی اور مالک ہیں اور انہیں کے ہاتھ میں دعوت و تعلیم اور بیان و

ارشاد کا معاملہ براہ راست سپرد فرمایا ہے اور ان کی یہ تعلیم صرف ذاتی خلق اور الہام پر مبنی نہیں ہے بلکہ وحی الہی کے ذریعے اس خدمت پر مامور ہیں اس لئے وہی امتوں کے نفوس کے حقیقی معالج ہیں۔ (۲۷)  
رسول اکرمؐ کا ہی یہ مقام و مرتبہ ہے کہ تزکیہ نفس کیلئے ان کے پاکیزہ سیرت و کردار کو رہنما بنایا جائے۔ آپؐ فرماتے ہیں:

انما بعثت لانتھم مکارم الاخلاق۔ (۲۸)

”میں تو اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔“

بہترین نمونہ عمل کے طور پر آپؐ کے مقام کی گواہی قرآن خود دیتا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

وانک لعلی خلق عظیم۔ (۲۹)

”بلاشبہ آپؐ اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں۔“

یہی وجہ ہے کہ آپؐ اپنی خوبے شفت و رحمت کی بنا پر سارے انسانوں کا محور و مرکز بن گئے۔ قرآن کریم اس کی گواہی یوں دیتا ہے:

فبما رحمة من اللہ لنت لہم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ (۳۰)

”اللہ کی عنایت سے آپؐ لوگوں کے لئے نرم ہیں اور اگر آپؐ کہیں سخت کلام اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپؐ کے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔“

آپؐ کا اخلاق قرآن کریم کا عملی نمونہ تھا۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

ان خلق رسول اللہ کان القرآن۔ (۳۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا۔“

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی فرماتے ہیں:

”امراض انسانی کے علاجوں میں تزکیہ نفس سے زیادہ سخت اور مشکل کوئی علاج نہیں ہے۔ پس جس شخص نے اس علاج کو ریاضت مجاہدہ اور گوشہ نشینی کے ان طریقوں سے کرنا شروع کیا جس کا انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات سے کوئی سروکار نہیں ہے وہ اس مریض کی طرح ہے جو اپنا علاج طبیب کی رائے کے بغیر محض اپنی رائے سے کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نادان کی رائے طبیب کی رائے تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔“

(۳۲)

تزکیہ نفس میں تکلف اور فطرت سے انحراف کی راہیں

رسول اکرمؐ کے سیدھے، صاف اور واضح نقش قدم کو چھوڑ کر کچھ لوگ تزکیہ نفس کیلئے نئی اور انوکھی



راہوں پر چلتے رہے ہیں ان میں سے ایک راستہ تصوف کا بھی ہے۔ بظاہر تصوف انسان کے باطن اور اخلاقی پہلوؤں پر بحث کرتا ہے۔ مگر اصلاح نفس کیلئے تصوف کو چشمہ صافی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

یوسف القرضاوی فرماتے ہیں :

”لیکن آج تصوف کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص اس حقیقت کے اعتراف کیلئے مجبور ہے کہ اس کے اندر اسلام کے پہلو بہ پہلو بہت سے اجنبی عناصر کی بھی آمیزش ہو گئی ہے۔ مسیحی، ہندی، عجمی اور یونانی ہر ایک کے کچھ نہ کچھ اثرات آج کے مروجہ تصوف میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ تاریخ کے طویل عرصے میں ان کے علاوہ بھی بہت سے اجنبی افکار مختلف ستوں سے اس میں ور آئے ہیں۔ تصوف کی بعض ایسی قسمیں بھی رائج ہیں جو اعلانیہ طور پر حلول و اتحاد اور وحدۃ الوجود کی قائل ہیں۔ بہت سے لوگوں نے منصب ولایت، اولیاء اور کشف و کرامات کے سلسلے میں ایسی باتیں کہی ہیں جن کا کسی صورت بھی اسلامی تعلیمات سے جوڑ نہیں ملتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ قرآن و سنت کی صریح نصوص کے بالمقابل یہ لوگ انہی چیزوں کو فیصلہ کن قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک شریعت الگ ہے اور طریقت اور حقیقت الگ۔ پیر کا تصور ان کے نزدیک یہ ہے کہ مرید کو اس بات کی تربیت دی جانی چاہیے کہ وہ اپنے شیخ کے سامنے اس طرح سے رہے جس طرح مردہ نملانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح زہد اور ترک دنیا کی لے ان کے یہاں ایسی تیز ہوئی کہ بات اسلام کے جاوہ اعتدال سے نکل نصاریٰ کی ایجاد کردہ رہبانیت کے دائرے میں داخل ہو گئی۔“ (۳۳)

رسول اکرمؐ نے تو لا رہبانیت فی الاسلام فرما کر تزکیہ کے اس من گھڑت راستے کی تردید، آغاز کار ہی میں فرمادی تھی۔

مذہب و ادیان عالم اور افکار فلاسفہ کا جائزہ لیجیے تو یہ سب بھی اصلاح نفس کے باب میں ناکام نظر آتے ہیں۔ بدھ مت نفس کشی کی طرف مائل ہے۔ ہندو مت شرک اور بت پرستی میں اس طرح غرق ہے کہ شاید ہی کوئی دوسرا مذہب ظاہری اور باطنی گندگی میں اس قدر ڈوبا ہوا ہو۔ یہود و نصاریٰ کفر و شرک اور اللہ اور اس کے رسولوں کے خلاف کھلی بغاوت کے راستوں پر چل رہے ہیں۔ قدیم و جدید فلاسفہ نے انسان کو سمجھنے اور مقصود حیات جاننے کیلئے بے شمار ٹھوکریں کھائی ہیں۔ فلاسفہ یونان میں تھیلز، انیکسی میندر، ہرا قلیفوس وغیرہ خدا، آخرت، نیرو شر اور جزا و سزا کے مطلقاً قائل ہی نہیں ہیں۔ یہ سب کائنات کو محض مادی کھیل تماشا قرار دیتے ہیں۔ انسان کا اخلاق و کردار ان کا موضوع بحث ہی نہیں رہا۔ ————— سفسطائی جماعت نے انسان اور اس کے اخلاق و کردار کو موضوع تو بنایا لیکن مابعد الطبیعیاتی حقائق اور سچائیوں کے یہ لوگ بھی منکر ہیں۔ پروٹاگوراس کے بقول ”انسان ہر شے کا پیمانہ ہے۔“

”Man Is the measure of all things“ اس گروہ کے نزدیک خیر و شر انسان کا ذاتی ذوق

ہے۔ یہ لوگ حالات اور مفادات کے مطابق زندگی گزارنے کا درس دیتے ہیں۔ جدید سوفسائیت بھی یہی کچھ ہے۔ لہذا اس کے پیروکاروں کا دامن بھی فضائل اخلاق سے تہی ہے۔

جدید فلاسفہ انسان کو اشرف المخلوقات کے مقام رفیع سے گرا کر حیوانیت اور بہیمیت کی پست سطح پر لے گئے ہیں۔ پروفیسر سید محمد سلیم ان فلاسفہ کی آراء کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”مغربی معاشرے کے معمار حکماء اور فلاسفہ نے بھی انسان کی حقیقت کے متعلق غلط نظریات قائم کر کے سخت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انسانی معاشروں کو بھی گمراہی کے غاروں میں دھکیل دیا۔ ذرا ان مغربی مفکرین کی پرواز خیال ملاحظہ ہو :

ڈیکارٹ ————— ”انسان ایک ایسی مشین ہے جس میں روح موجود ہے۔“

روسو ————— ”انسان ایک وحشی ہے البتہ اس کو سدھایا جاسکتا ہے۔“

ہابز ————— ”انسان ایک دوسرے کیلئے بھیڑیا ہے۔“

ڈارون ————— ”انسان ایک اعلیٰ درجے کا حیوان ہے۔“ ”تنازع البقاء اور بقائے اصلح کا نظریہ۔“

فرائڈ ————— ”انسان ایک ایسا حیوان ہے جس کی جنسی جبلت منحرف ہو کر تباہی مچا دیتی ہے۔“

سارتر ————— ”انسان ایسا جانور ہے جس کو عقل و خرد سے بیگانہ بنا کر دنیا میں پھینک دیا گیا ہے۔“

جہاں فلاسفہ کی آراء کی صورت حال یہ ہو وہاں شرافت اور اعلیٰ انسانی قدریں اور تہذیب و اخلاق

کیسے پروان چڑھ سکتے ہیں۔ غور فرمائیے ان میں سے کسے نمونہ قرار دیا جائے۔“ (۳۵)

قدیم یونانی فلاسفہ میں ”سقراط“ نے اخلاق کی بات کی۔ علم اور اخلاق کو ایک دوسرے سے وابستہ قرار

دیکر کہا : (۳۶) - ”Knowledge is the Highest good“ مگر سقراط کا علم یقین سے خالی تھا۔ اسے

جب موت کی سزا سنائی گئی تو شاگردوں نے فرار کی راہ ہموار کرنا چاہی۔ اس نے کہا مجھے مرنے دو۔ میں

قانون کا احترام کرتا ہوں۔ اگر آگے کوئی دنیا ہے تو اچھے لوگوں سے جا ملوں گا۔ اگر آگے کچھ نہیں تو ان کم

بختوں سے نجات پا جاؤں گا۔ ————— افلاطون کو سسلی کے حکمران نے وزارت تعلیم پیش کر دی مگر

اس کے نظریات سے اس قدر ابتری پھیلی اور وہ ایسا ناکام ہوا کہ بمشکل جان بچا کر واپس

بھاگا۔ ————— ”ارسطو“ کے نظریہ اوساط میں اخلاقی نقطہ نظر سے اعتدال نہیں پایا جاتا۔ ارسطو کا

شاگرد سکندر اعظم ایک بڑا فاتح ضرور ہے مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس کی زندگی میں ارسطو کی اخلاقی تعلیمات کا

اثر مفقود ہے۔“ (۳۷)

## رسول اکرمؐ - لاثانی نمونہ مکمل :-

قدیم وجدید فلاسفہ اور صوفیاء کے مد مقابل عالم ارضی پر ایک ہی ہستی ہے جو سارے انسانوں کیلئے نمونہ مکمل ہے۔ رسول اکرمؐ قلوب و نفوس کے ایسے طبیب ہیں کہ انسان کی ظاہری اور باطنی بیماریوں کے علاج اور تزکیہ و اصلاح کے لئے اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے کہ آپ کے نقوش پاکِ مخلصانہ پیروی کی جائے اور انہی کے تجویز کردہ شخصوں کو استعمال کیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپؐ کا ہر عمل اور کام اللہ کے حکم کے تابع ہے۔

وما ینتطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی۔ ۱۳

”وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے“ آپ دین فطرت کے داعی ہیں۔ ارشاد الہی ہے۔

فاقم وجہک للددین حنیفا فطرة الله التي فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق الله ذالک الدین القیم ولكن اکثر الناس لا یعلمون۔ ۳۹

”پس (اے نبی اور نبی کے پیرو!) یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت جملو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔“

دین فطرت جو ہر انسان کا دین ہے، اس کے تحفظ کیلئے رسول اکرمؐ کی بعثت ہوئی۔ آپؐ کا فرمان ہے۔

کل مولود یولد علی الفطرة فابواه یهودانه او ینصرانه او یمجسانه کما تنتج البہیمة جمعاء (مستویۃ لم یذهب من بدنہا شیء) هل تحسون فیہا من جدعاء (مقطوعة الاذن او الانف)۔ (۴۰)

رسول اکرمؐ کے فرمان کے مطابق ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ بچے کے ماں باپ

اس کا حلیہ بگاڑ دیتے ہیں یا ماحول اور معاشرہ اس کا مسئلہ کر ڈالتے ہیں۔

یعنی انسان بالکل درست حالت میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن ماحول اس کا ظاہر و باطن کو بگاڑ دیتا ہے۔ ”لا تبدیل لخلق اللہ“ سے مراد یہ ہے کہ دین توحید کو شرک اور کفر سے نہ بدلا جائے۔

## تزکیہ افکار و اعمال کی جامعیت کا نظام

رسول اکرمؐ کا تزکیہ و تطہیر کا نظام بڑا ہی جامع ہے آپؐ نے افکار کے تزکیہ و تطہیر کی بنیاد و کلمہ لا الہ الا اللہ کو بنایا۔ تطہیر اعمال کیلئے اپنی زندگی کا عملی اور اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا۔ دین اسلام کا پورا نظام افکار و اعمال، عبادات و معاملات تزکیہ و تطہیر کے اعلیٰ مقاصد پر مشتمل ہے۔



جان کی قربانی، مال کا انفاق اور زندگی بھر عملی و دینی خدمات، کوئی شک نہیں کہ یہ سارے اعمال عظیم الشان ہیں لیکن اگر ان اعمال کا مقصود محض دکھاوا اور شہرت طلبی ہو اور نیت بخیر نہ ہو تو اللہ کی میزان میں یہ سارے اعمال بے وزن اور بے وقعت قرار پاتے ہیں۔

اخلاص نیت کے ساتھ تقویٰ، فکر آخرت اور لقاء رب کا یقین بھی انسان کے تزکیہ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لَحْوَ مَهِالٍ وَلَا دِمَافُوهَا وَلَكِنْ بِنَالِهِ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ۔ (۳۵)

”اللہ کو گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتے بلکہ اسے تو تم سے تقویٰ مطلوب ہے۔“

رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوْرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ۔ (۳۶)

”بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلیں اور مال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتا ہے۔“

### حلت و حرمت کا نظام اور تزکیہ نفس

دین اسلام کا حلال و حرام کا پورا نظام بھی انسان میں پاکیزہ زندگی پر دان چڑھانے کا باعث ہے۔ ارشاد الہی ہے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ أَصْرَهُمْ وَالْإِغْلَالَاتِ ۚ تِلْكَ كَانَتْ عَلِيمًا فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (۳۷)

(پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) ”جو اس پیغمبر نبیؐ کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کیلئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے لہذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت و نصرت کریں وہی فلاح پانے والے ہیں۔“

رسول اکرمؐ نے زندگی کے ہر گوشے کیلئے رہنمائی فرمائی، عملی نمونہ قائم کیا اور جکڑے ہوئے افکار و اعمال کو درست فرمایا۔ آپؐ صحابہ کرامؓ پر نگاہ شفقت رکھتے غلط طرز عمل کی اصلاح فرما دیتے اور جو درست ہوتا اس کی تائید و توثیق فرما دیتے۔

ایک واقعہ عبداللہ ابن عباسؓ یوں روایت فرماتے ہیں :

قال بینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب اذا هو برجل قائم فسأل عنه فقالوا ابو اسرائیل نذر ان یقوم ولا یقعد ولا یستظل ولا یتکلم ویصوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرہ فلیتکلم ولیستظل ولیقعد ولیتم صومہ (۴۸)

”ایک دفعہ آپ خطبہ دے رہے تھے دیکھا کہ ایک شخص چلچلاتی دھوپ میں ننگے سر کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کون شخص ہے اور اس کی یہ کیا حالت ہے۔ لوگوں نے بتایا اس کا نام ابو اسرائیل ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں اور نہ سایہ میں آرام کرے گا اور نہ بات کرے گا اور برابر روزے رکھے گا۔ آپؐ نے فرمایا اس سے کہو باتیں کرے، بیٹھے، سائے میں آرام کرے اور اپنا روزہ پورا کرے۔“ عبداللہ ابن عباسؓ سے ایسا ہی ایک اور واقعہ مذکور ہے، فرماتے ہیں۔

”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلاً یطوف بالکعبۃ بزمَام او غیرہ فقطعہ (۴۹)  
”رسول اکرمؐ نے دیکھا ایک شخص کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا ہے اور اس کی ناک میں نکیل ہے جس سے دو سرا آدمی اس کو جانور کی طرف کھینچ رہا ہے۔ آپؐ نے جاکر نکیل کاٹ دی اور فرمایا اگر ضرورت ہو تو ہاتھ پکڑ کر اس کو طواف کراؤ۔“

آپؐ نے اس شخص کو خود ساختہ ریاضت، تکلف اور تکلیف، سب سے نجات دلا کر حج و طواف کا صحیح طریقہ سمجھایا۔

”نبی اکرمؐ نے غزوہ احد میں ”ابو دجانہؓ“ کو سینہ تن کر اکڑتے ہوئے چلتے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ یہ ایسی چال ہے جو ہر وقت خدا کو مبغوض ہے اور قابل نفرت ہے مگر میدان جہاد میں محبوب ہے۔“ (۵۰)  
دو باتوں کے سلسلے میں انسان اکثر آفات و مصائب کا شکار ہوتا ہے۔ آپؐ نے حزم و احتیاط کی تعلیم دیتے ہوئے جنت کی بشارت دی سل بن سعد الساعدی سے روایت ہے رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

من نوکل لی ما بین رجليہ وما بین لحيیہ توکلت له بالجنۃ (۵۱)

”جو میرے لیے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کی چیز یعنی شرمگاہ اور دونوں جہڑوں کے درمیان کی چیز یعنی زبان کی حفاظت کی ذمہ داری لے میں اس کیلئے جنت کی ذمہ داری لوں گا۔“

انہی صحابی کے ذریعے روایت یوں بھی ہے، رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من یضمن لی ما بین رجليہ وما بین لحيیہ اضمن له الجنۃ (۵۲)

رہبانیت اور تبتل کی تردید

رسول اکرمؐ نے فطری و طبعی داعیات کے سلسلے میں نفس کشی کے بجائے حلال اور پاکیزہ راستے کی

اجازت اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ ایک بار نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصرو احصن للفرج۔ (۵۳)

”اے نوجوانوں کی جماعت، تم میں سے جو اسباب نکاح کی قدرت رکھتا ہو اس کو نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور شہوت کی جگہ کو بہت بچاتا ہے۔“

در اصل یہ راستہ تو تہذیب نفس اور تزکیہ کا پاکیزہ راستہ ہے اس لئے رسول اکرمؐ نے رہبانیت، دنیا سے کنارہ کشی اور تبتل کی ہرگز اجازت نہیں دی ہے۔

ایک بار کچھ لوگ رسول اکرمؐ کی عبادت کا حال جان کر تبتل اور ترک دنیا کی طرف مائل ہونے لگے، آپؐ کو خبر ہوئی تو آپؐ نے ان کے ان خیالات کی تردید اور اصلاح فرمائی۔ بخاری کی روایت کے مطابق تفصیل یوں ہے۔

عن انس ابن مالک یقول جاء ثلاثة رهط الى بيت ازواج النبی یسالون عن عبادة النبی فلما اخبروا کانهم نقالوها فقالوا و ابن نحن من النبی قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر ---- قال احدھم ---- اما انا فانا اصلی اللیل ایدا ---- وقال آخر ---- انا اصوم الدھر ولا افطر ---- وقال آخر ---- انا اعتزل النساء فلا اتزوج ایدا ---- فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انتم الذین قلنم کذا وکذا۔ اما واللہ انی لا خشاکم للہ واتقاکم له لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ (۵۴)

”ایک بار تین افراد نبی اکرمؐ کے دولت کدے پر آئے اور آپؐ کی ازواج مطہرات سے آپؐ کی عبادت کے متعلق پوچھا۔ ان سے آپؐ کی عبادت کی کیفیت بیان کی گئی۔ سن کر انہوں نے جو رائے ظاہر کی اس سے معلوم ہو رہا تھا کہ شاید وہ اپنی عبادت کو کم سمجھ رہے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ کہاں آنحضرتؐ جن کے سارے گناہ اللہ رب العزت نے معاف فرما دیئے اور کہاں ہم سرپا گناہگار ---- ایک نے کہا میں رات بھر نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا میں دن بھر ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا اور شادی سے ہمیشہ پرہیز کروں گا۔ رسول اکرمؐ کو جب اطلاع ہوئی تو آپؐ تشریف لے گئے اور فرمایا تم لوگوں نے ایسی باتیں کہی ہیں۔ پھر فرمایا۔ سنو! خدا کی قسم ---- میں تم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے بڑھ کر متقی ہوں لیکن روزہ بھی رکھتا ہوں، انظار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں۔ فرمایا جو میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔“

تجربہ، ترک لذائذ اور ریاضات شاقہ عبادت نہیں۔ شبلیؒ فرماتے ہیں:

”عام خیال یہ تھا کہ بندہ جس قدر اپنے اوپر تکلیف اٹھاتا ہے اسی قدر خدا خوش ہوتا ہے اور وہ اس کی بڑی عبادت شمار ہوتی ہے۔ اس لئے لوگ اپنے جسم کو بڑی بڑی تکلیفیں دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یوں روح میں زیادہ صفائی اور پاکیزگی آئے گی چنانچہ یونانی فلسفہ میں اشراقیت، عیسائیوں میں رہبانیت اور ہندوؤں میں جوگ اس اعتقاد کا نتیجہ تھا۔ کوئی گوشت نہ کھانے کا عہد کر لیتا، کوئی سر تپا برہنہ رہتا۔ اور ہر قسم کے لباس کو خلاف تقدس جانتا، کوئی عمر بھر یا سالہا سال اپنے آپ کو کھڑا رکھتا یا بیٹھا رہتا اور سونے اور لٹنے سے پرہیز کرتا۔ کوئی اپنا ایک ہاتھ کھڑا رکھتا کہ سوکھ جائے۔ کوئی عمر بھر تاریک تہ خانوں اور غاروں میں چھپ کر خدا کی روشنی تلاش کرتا تھا، کوئی تجر و ترک دنیا کر کے، اہل و عیال اور زن و فرزند سے نفرت رکھ کر خدا کی محبت کا غلط مدعی بنتا تھا لیکن نبوت محمدی نے ان خیالات کی اصلاح فرمائی اور واضح کیا کہ ان میں سے کوئی چیز عبادت نہیں۔ نہ ترک لذت ملتی ہے نہ ہماری غمگینی خدا کی خوشنودی کا باعث ہے اور نہ بندوں کی غیر معمولی تکلیف سے خدا کو آرام ملتا ہے۔ نہ زن و فرزند کی نفرت سے خدا کی محبت نصیب ہوتی ہے نہ ترک دنیا سے دین کی دولت ملتی ہے۔ خدا کا دین اتنا ہی ہے جو بندے کی استطاعت کے اندر ہے۔“ (۵۵)

اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی حد استطاعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ ارشاد الہی ہے :

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ (۵۶)

حج کیلئے بھی استطاعت کی شرط ہے۔ فرمایا :

من استطاع الیہ سبیلا۔ (۵۷)

روزہ ایک مشکل عبادت ہے۔ اللہ رب العزت نے اس میں بھی متعدد آسانیاں پیدا کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

یرید اللہ بکم البسر ولا یرید بکم العسر۔ (۵۸)

”اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں۔“

دوسری جانب دین اسلام رہبانیت کو ایک بدعت اور عملی زندگی سے فرار قرار دیتا ہے :

ارشاد الہی ہے :

(۵۹) ورہبانۃ ن ابتدعوہا ماکنبنا ہا علیہم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوہا حق رعا یتہا۔

”اور عیسائیوں نے ایک رہبانیت کی بدعت نکالی اور ہم نے انہیں خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے سوا اس کا حکم نہیں دیا۔ تو جیسا چاہیے، وہ رہبانیت کا حق ادا نہیں کیا۔“

دین اسلام اپنے پیروکاروں سے ایک متحرک اور مجاہدانہ زندگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ رسول اکرمؐ اور صحابہ



کرام کی عملی زندگی اس کی بہترین مثال ہے۔

تزکیہ نفس اور نبوی معاشرے کے مجاہدانہ شب و روز:

حضور انورؐ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالیے۔ ملاحظہ فرمائیں، رسول اکرمؐ کی نبوت کی زندگی تیس (۲۳) سال ہے۔ مکے کے تیرہ (۱۳) سال شدید ابتلاء و آزمائش کے سال ہیں خاص طور پر شعب ابی طالب کے تین سال کے دوران اور سفر طائف میں جو مشکلات و مصائب پیش آئے وہ ناقابل بیان ہیں۔ مدینہ ریاست قرار پایا لیکن مدنی زندگی کے دس سال میں کیسی ہنگامی حالت رہی کہ اس دوران اسی (۸۰) تانویں (۹۰) غزوات و سرایا کی صورت حق و باطل کے معرکے درپیش رہے۔ ان معرکوں کو مدنی زندگی کے دس سال پر تقسیم کیجئے اور صحابہ کرامؓ کے شب و روز پر غور فرمائیے۔ وہاں نہ تو نیند ہے اور نہ ہی عیش کوٹی، بلکہ رسول اکرمؐ کی قیادت میں اصلاح نفس اور غلبہ دین کیلئے ان نفوس قدسیہ کے دن بے قرار اور راتیں بے چین نظر آتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کے شب و روز ”رہبان باللیل و فرسان بالنہار“ رات کے راہب اور دن کے شہسوار کی شکل میں تزکیہ نفس کا کیا خوبصورت منظر پیش کر رہے ہیں۔

اول تا آخر یہ منظر مجاہدانہ ہے، راہبانہ نہیں ہے۔

رسول اکرمؐ کی شب و روز کی دعائیں اور استغفار و استعانت اس پر مستزاد ہیں۔ آپ شب و روز میں ستر بار استغفار فرماتے اور تزکیہ نفس کیلئے ہمہ وقت نصرت الہیہ کے طلب گار رہتے۔

اللّٰھم آت نفسی تقواھا، انت ولیہا وانت مولاھا، وزکھا انت خیر من زکھاھا۔ (۶۰)

”اے میرے اللہ میرے نفس کو تقویٰ سے آراستہ فرما، تو ہی میری جان کا مالک اور تو ہی اس کا سرپرست ہے اور تو ہی وہ بہترین ہستی ہے جو اس کا تزکیہ فرما سکتا ہے۔“

## مراجع و مصادر

- ۱- سورة المجد -- ۲: ۶۲ ۲- سورة البقرة -- ۲: ۱۲۹ ۳- سورة البقرة -- ۲: ۱۵۱
- ۴- ابن منظور، جمال الدين محمد بن مكرم، لسان العرب، ج ۱۳، ص ۳۵۸، نشر ادب الحوزه، قم ايران ۱۳۰۵ھ
- ۵- فخرالدين، محمد بن عمر، الرازي، التفسير الكبير، ج: ۳۲، ص: ۱۳۷، مكتبة الاعلام الاسلاميه، ايران
- ۶- احمد مصطفى المراغي - تفسير المراغي - الجزء الاول - ص: ۲۱۷ - دار احياء التراث العربي، بيروت ۱۹۸۵ء
- ۷- المراغي، الجزء الثاني - ص: ۱۸
- ۸- مودودي، ابوالاعلیٰ سید، تفهيم القرآن ج: ۱، ص: ۱۱۳، اداره ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۹۳ء۔
- ۹- امين احسن اصلاحي - تزكية نفس، ص: ۳۳ ملک سنز تاجران کتب فيصل آباد ۱۰۰ - ايضا ص: ۳۴
- ۱۱- شبلي نعماني - وسيد سليمان ندوي - سيرة النبي ج: ۶، ص: ۱۰، الفیصل ناشران کتب فيصل آباد ۱۹۹۱ء
- ۱۲- تزكية نفس، ص: ۲۰، ۱۹، ۲۰ - سورة الزمعت، ۷۹: ۱۷، ۱۸ - سورة عبس، ۸۰: ۱، ۳
- ۱۵- سورة الاعلىٰ، ۸۷: ۱۳ - المراغي - الجزء الثاني - ص: ۱۸، ۱۹ - سورة الحجر، ۱۵: ۲۹
- ۱۸- البقرة، ۲: ۳۱ - سورة الشمس، ۹۱: ۷ - سورة يوسف، ۱۲: ۵۳
- ۱۲- سورة القيامة، ۷۵: ۲ - سورة محمد، ۴۷: ۱۲ - سورة الاعراف، ۷: ۱۷۹
- ۲۲- شہ ولی اللہ، قطب الدین احمد، حجتہ اللہ البالغہ، ج: ۲، ص: ۳۵۸ - قومی کتب خانہ لاہور ۱۹۸۳ء
- ۲۵- سورة النور، ۲۴: ۲۱ - حجتہ اللہ البالغہ، ج: ۲، ص: ۳۸۱
- ۲۷- حفظ الرحمن سیوہاروی مولانا، اخلاق و فلسفہ اخلاق، ص: ۴۷۰، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور ۱۹۷۶ء
- ۲۸- مالک بن انس، اللام - موطا، باب حسن الخلق، ص: ۹۰۳ - دار احیاء کتب العربیہ، عیسیٰ الیابی الحلبي، ۱۹۵۱ء
- ۲۹- سورة القلم، ۶۸: ۳ - سورة آل عمران، ۳: ۱۵۹
- ۳۱- مسلم بن الحجاج، الجامع الصحيح، الجزء الثاني، ص: ۲۹، کتب المساجد باب جامع الصلوۃ اللیل، دار الفکر بیروت - ۳۲ اخلاق و فلسفہ اخلاق، ۲۷۱
- ۳۳- یوسف القرضاوی، دعوت دین اور اس کے علمی تقاضے (اردو ترجمہ) ص: ۲۱۷، ادارہ مصارف السلاوی منصورہ، ۱۹۹۳ء

Russell Bertrant History of Western Philosophy P.94 ۳۳

George Allen and Unwin 1961.

محمد سلیم، سید، پروفیسر مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ، ص: ۷۲، ادارہ تعلیمی

۳۵-

تحقیق، لاہور، ۱۹۸۹ء۔

۳۶۔ The basic Teaching of Great Philosophers, P.90 New York 1949

۳۷۔ نعیم احمد، تاریخ فلسفہ یونان، ص: ۸۱، ۱۳۳، ۱۸۹، علمی کتب خانہ اردو بازار لاہور، ۱۹۸۱ء

۳۸۔ سورۃ النجم: ۳: ۵۳ ۳۹۔ سورۃ الروم: ۳۰: ۳۰

۴۰۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، الجزء الثانی، ص: ۱۸، باب فی الجناز، مصطفیٰ البیہی الحلیبی، مصر

۴۱۔ سورۃ الحج، ۲۲: ۳۰ ۴۲۔ سورۃ التوبۃ، ۹: ۲۷

۴۳۔ صحیح البخاری، الجزء الاول، ص: ۲، باب کیف کان بدء الوحی، کتب الایمان ماجاء ان الاعمال، الجزء الاول، ص: ۲۰

۴۴۔ الجامع الصحیح، الجزء السادس، ص: ۴، کتب الامارۃ، باب من قاتل للرباء والسمه

۴۵۔ سورۃ الحج، ۲۲: ۳۷

۴۶۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوينی، سنن ابن ماجہ ج: ۲، ص: ۱۳۷، کتب الزهد

المکتبۃ العلمیۃ، بیروت۔ ۴۷۔ سورۃ الاعراف، ۷: ۱۵۷

۴۸۔ صحیح البخاری، الجزء السابع، ص: ۲۳۳، کتب الایمان والنذور، باب النذر فیمالا، مملک

۴۹۔ ایضاً

۵۰۔ سیرۃ النبی، ج: ۱، ص: ۲۲۷۔ نعیم صدیقی، حسن انسانیت، ص: ۴۰۶، اسلامک پبلیکیشنز لاہور

۱۹۸۷ء

۵۱۔ صحیح البخاری، الجزء الثامن، ص: ۲۰، کتب الحارین

۵۲۔ صحیح البخاری، الجزء السابع، ص: ۱۸۳، کتب الرقاق

۵۳۔ صحیح البخاری، الجزء السادس، ص: ۱۷، کتب النکاح، باب من لم یسطع الباء فلیصم

۵۴۔ صحیح البخاری، الجزء السادس، ص: ۱۶، کتب النکاح، باب الترغیب فی النکاح

۵۵۔ سیرۃ النبی، ج: ۵، ص: ۲۲ ۵۶۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۲۸۶ ۵۷۔ سورۃ آل عمران، ۳: ۹۷

۵۸۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۱۸۵ ۵۹۔ سورۃ الحديد، ۵۷: ۲۷

۶۰۔ النسائی، ابو عبد الرحمن، سنن النسائی، الجزء الثامن، ص: ۲۸۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔

توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسم شش جہات  
 ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات  
 تم اسے بیگانہ رکھو عالم کر دار سے  
 تابساط زندگی پر اس کے سب مہرے ہوں مات  
 خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام  
 چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہان بے ثبات  
 ہے وہی شعرو تصوف اس کے حق میں خوب تر  
 جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات  
 ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں  
 ہے حقیقت جس کی دیں کی احتساب کائنات  
 (ارمغان حجاز)